زبان سے بھی خوب واقف تھا، اس کا ارادہ بحرِ خزر عبور کرنیکا تھا اسی خیال سے ایک ہراول دستہ کے ساتھ روانہ ہوا تھا مگر انزلی (Enzeli) کی بندرگاہ پراسے معلوم ہوا کہ بالشویک اس کی پیشقدمی کے خلاف ہیں اسلئے وہ ہمدان واپس لوٹ گیا، یہاں اس نے ہمدان کی فوج کا شیرازہ منتشر دیکھا تو اسے اور تشویش پیدا ہوگئی۔ اس نے اپنی سیاسی تدبیروں سے چند روسی دستوں کو اپنا ہمنوا بنالیا۔ اتنے میں برطانی کمک پہنچ گئی اور وہ اس قابل ہوگیا کہ انزلی کی طویل لائن کی حفاظت کرسکے، اس اثنا میں باکو میں بالشویک حکومت کا جنازہ دفنادیا گیا اور ڈسٹرول سے اشتراکِ عمل کی درخواست کی گئی، ڈسٹرول نے اس دعوت کو قبول کیا اور باکو پہنچا، ترکوں نے آخرکار باکو کو خالی کردیا۔

مارچ ۱۹۱۸ء میں، جنگ کے خاتمہ سے چند ماہ قبل برطانی حکومت نے ایک خط ایرانی حکومت کے نام لکھا کہ "ساؤتھ پرشین رائفلز" کی فوجی حیثیت کی جدید کا بینہ بھی باقاعدہ تصدیق کردے" لیکن ایرانی حکومت نے یہ کہکر اس درخواست کو رد کردیا کہ "ساؤتھ پرشین رائفلز" ایک غیر ملکی فوج ہے وہ ہر وقت ایران کے لئے خطرہ بن سکتی ہے" یہ وہ وقت تھا جب جنگ میں جرمنی کا پلہ جھک رہا تھا۔ اس کے علاوہ فرانس میں جو حالات درپیش تھے انھوں نے بھی برطانوی فوج میں اضطراب پیدا کر رکھا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ "ساؤتھ پرشین رائفلز" کی ہوا اکھڑ گئی اور اس کا شیرازہ منتشر ہونا شروع ہوگیا۔

مئی ۱۹۱۸ء میں برطانیہ کے خلاف کاشگائی اور دوسرے قبائل نے اعلانِ جنگ کردیا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد ان قبائل کو پسپا ہونا پڑا، ان قبائل کی امداد کے لئے شیراز سے ایک تازہ دم فوج آئی تھی مگر برطانیہ نے اپنی فوجیں ہٹالیں اور حریف نے اپنی فتح کا اعلان کردیا مگر نصف شب کے وقت برطانی فوجوں نے اس زور سے شبخون مارا کہ تیسرے حلہ میں ان قبائل کو نکال باہر کیا۔ جنگ کے خاتمہ کے وقت برطانیہ کا جنوبی ایران پر پورا تسلط تھا۔

نومبر ۱۹۱۸ء میں جنگ کے ختم پر ایران کا ایک وفد اپنے مطالبات امن کانفرنس کے سامنے پیش کرنے پیرس گیا جس کے اہم مطالبات یہ تھے۔

(۱) ۱۹۰۷ء کا برطانی روسی معاہدہ منسوخ کردیا جائے۔

(۲) غیرملکی عدالتوں کو توڑ دیا جائے، ان عدالتوں سے رائے عامہ سخت برہم تھی۔

(۳) روس وغیرہ نے دورانِ جنگ میں ایران کے مغربی صوبوں کو پامال کرڈالا ہے اس کا تاوان دلایا جائے۔

مگر اس وفد کو اپنے مطالبات پیش کرنے کی بھی اجازت نہیں ملی اور آخر یہ ناکام ہی لوٹ آیا۔

اگست ۱۹۱۹ء میں طہران میں ایران اور برطانیہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا، جس کا خاکہ لارڈ کرزن نے بنایا تھا، اس کی اہم دفعات یہ تھیں۔

(۱) نظم ونسق کے مختلف محکموں میں برطانی مشیر کار ہوں گے۔

(۲) برطانی افسر ایک خاص فوج (Uniform Force) کی تنظیم کے لئے بھیجے جائیں گے۔

(۳) ایک گراں قدر قرضہ ایران مہیا کرے گا۔

(۴) ٹیکس کے قوانین از سرنو مرتب کئے جائیں گے۔

(۵) دونوں حکومتیں ذرائع آمدورفت کو ترقی دیں گی۔

لارڈ گرے (Grey) کے الفاظ میں "بدقسمتی سے مجلس اقوام کے سامنے اس معاہدہ کو پیش نہیں کیا گیا" امریکہ کی متحدہ ریاستوں اور فرانس پر اس کا بہت برا اثر پڑا، وہاں عام طور سے یہ محسوس کیا گیا کہ برطانیہ صرف اپنی "شکارگاہ" سمجھ کر ایران میں داخل ہوگیا ہے۔

یکم مئی ۱۹۲۰ء میں بالشویک نے باکو سے یورش کی اور جنرل ڈینکن (DeniKin) کے بیڑے کو گرفتار کرلیا جو باکو سے بھاگ کر انزلی (Enzeli) میں پناہ گزین تھا، اس صورت حالات کے پیش نظر برطانیہ نے اپنی اس فوج کو جو عراق سے بحر خزر تک پھیلی ہوئی تھی رشٹ (Resht) بلالیا۔ تھوڑی مدت کے بعد اسے قزوین بھیجدیا گیا جہاں برطانی فوج جنرل آئرن سائڈ (Iron Side.) کی قیادت میں فروکش تھی، بالشویک نے رسٹ پر قبضہ کرلیا اس کی وجہ سے ایران کو زبردست خطرہ پیدا ہوگیا۔ مجلس اقوام سے فریاد کی گئی تو وہاں سے فرانسیسی نمایندہ کے

ذریعہ صاف جواب مل گیا کہ مجلس اقوام سے اُس وقت نہیں پوچھا گیا تھا جب دونوں نے معاہدہ کیا تھا، اب اسے اس وقت معاف کیا جائے وہ دخل دینے سے معذور ہے۔" ایران نے وہاں سے مایوس ہوکر برطانیہ سے درخواست کی کہ روسی افسروں کے زیر قیادت اپنے کاسک ڈویژن کو امداد کے لئے بھیجدے، برطانیہ نے اسے قبول کرلیا اور روانہ کردیا، شروع شروع میں اس فوج کو چند کامیابیاں ہوئیں لیکن آخر میں بری طرح شکست ہوئی اور انتہائی پراگندگی کی حالت میں قزوین کی برطانی پناہ گاہوں میں آکر دم لیا، اس عتاب میں روسی افسر برخاست کردیئے گئے اور جنرل ارون سائڈ نے منتشر فوج کی شیرازہ بندی اپنے ذمہ لی اور ایرانی فوج کے برطانی افسر سے درخواست کی کہ میرا ہاتھ بٹانے کے لئے ایران کا سب سے اچھا فوجی افسر بھیجدیا جائے جواب میں رضاخاں کو روانہ کردیا گیا رضاخاں ایک دہقانی نسل سے تعلق رکھتا تھا، یہ غیرمعمولی دلیر اور زبردست شخصیت کا حامل تھا اس نے کاسک فوج کی تنظیم کی اور تھوڑی مدت کے بعد طہران کے ایک سیاست داں کے اشارہ پر تین ہزار کاسک سپاہیوں کو لیکر دارالسلطنت پر چڑھائی کردی اور حکومت کی مشینری پر قبضہ کرلیا۔

رضاخاں نے سب سے پہلے کابینہ کے ممبروں کو گرفتار کیا اور جدید کابینہ کا اعلان کردیا، جس نے ایران و برطانیہ کے معاہدوں کی تنسیخ کردی، ایرانی پارلیمنٹ نے بھی کابینہ کے فیصلہ کی تصدیق کردی، اجلاس میں برطانیہ کے خلاف شدید جوش وہنگامہ دیکھنے میں آیا۔ اس معاہدہ کی تنسیخ کی وجہ سے لارڈ کرزن نے بقول اس کے ایک سیرت نگار کے: "اپنی امیدوں کی بربادی پر دردانگیز مرثیہ کہا" رضاخاں نے مالیات اور دوسرے شعبوں میں اصلاحات کیں اس کی وجہ سے ایک طرف فوجی استحکامات اور ملک کی فلاح وبہبود کو سہارا ملا دوسری طرف قوم کو اس کی حب الوطنی کا اندازہ ہوگیا اور وہ ان کے احترام کا مرکز بن گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بہت جلد حکومت کی مشینری پر چھا گیا، یہانتک کہ ۱۹۲۳ء میں وزیراعظم ہوگیا، اسی سال سلطان احمد جسے غالباً اپنی جان کا اندیشہ تھا، یورپ چلا گیا جہاں وہ ۱۹۳۰ء تک زندہ رہا۔ سلطان احمد نے ۱۹۲۵ء میں تخت چھوڑ دیا۔ اور اب رضاخاں، رضا شاہ پہلوی کے نام سے تختِ ایران پر جلوہ فرما ہوا۔

جدید حکمراں نے اپنے اقتدار کو مستحکم کیا اور ملک کی فلاح و ترقی کی طرف اپنی توجہات مرکوز کردیں، قیام امن کے لئے لٹیرے قبائل سے ہتھیار چھین لئے، اس کی وجہ سے نظم و نسق کو اعتدال کی سطح پر لانا آسان ہوگیا۔ ان لٹیروں سے ہتھیار رکھوالینا ہر شخص کا کام نہ تھا۔ رضا شاہ نے ان کے اندرونی اختلافات سے فائدہ اٹھایا اور سنگین فوجی کارروائیوں کے ذریعہ ان کے کس بل نکالدیئے، اسے بعض دفعہ قتل عام بھی کرنا پڑا، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک بڑی حد تک مسافروں اور تاجروں کے حق میں مامون ہوگیا، رضا شاہ نے عہد جدید کے ذرائع آمد و رفت اور خبر رسانی کی اہمیت کو محسوس کیا اور انھیں ترقی دینے کے لئے عملی قدم اٹھایا۔ اس سلسلہ میں مختلف سڑکیں بنوائیں، قانون مبادلہ کے ذریعہ جرمنی سے شکر سازی اور پارچہ بافی کی مشینیں حاصل کیں اور ان صنعتوں کو ترقی دی، شاہ رضا کا سب سے بڑا کارنامہ ایران ریلوے کی تعمیر ہے جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی ہے، یہ ان کی عظیم الشان یادگار ہے، یہ ریلوے ایک تنگ کہاڑی سے شروع ہوتی ہے اور خلیج فارس تک جاتی ہے۔ یہ ریلوے دریائے قزوین کو ایک خوبصورت پل کے ذریعہ عبور کرکے لورستان کے کوہستانی علاقوں میں داخل ہوتی ہے۔ شیراز اور اصفہان کے شہروں میں انجنیری دشواریاں حائل تھیں اس لئے صرف ایک تجارتی شاہراہ قم کے علاقہ میں جاری کی جاسکی، قم دار السلطنت سے جنوب میں تقریباً نوے میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ شمال مشرق کے تمام علاقوں میں اس ریلوے کا جال پھیلا ہوا ہے۔ یہ البرز کے پتھریلے علاقوں کو سرنگوں کے ذریعہ طے کرتی ہوئی بندر شاہ کے مقام پر پہنچ کر نشیب میں اترتی ہے، بندر شاہ بحر خزر کے جنوب مشرق میں واقع ہے اور خلیج فارس کی بندرگاہ شاپور سے ۸۷۰ میل دور ہے، دوسری اہم ریلوے طہران سے تبریز تک زیر تعمیر ہے۔

بالشویک نے سیاسی مصلحت کے پیش نظر شاہ رضا سے مراسم پیدا کئے اور دونوں میں ایک معاہدہ ہوگیا جس کی رو سے ایران ان تمام قرضوں سے دست بردار ہوگیا جو حکومت زار پر واجب تھے۔ اس کے صلہ میں ایران کی خدمت میں بینکو (.Banque) حلیفہ۔ تبریز ریلوے، مختلف سڑکیں اور قزوین کی بندرگاہ نذرانہ کے طور پر پیش کی گئی۔ بالشویک ان تمام مراعات سے بھی دست بردار ہوگئے جو انھیں ایران میں حاصل

تھیں، اس معاہدہ پر جس دن طرفین کے دستخط ہوئے تھے اسی دن ایران کی حکومت نے برطانوی معاہدہ پر خطِ تنسیخ کھینچ دیا تھا، بالشویک نے ایک رسمی معاہدہ ٹرکی اور افغانستان سے بھی کر لیا تھا، تھوڑے عرصہ بعد روس اور ایران کے تعلقات کشیدہ ہوگئے، وجہ روس کی معاشی پالیسی تھی، ۱۹۲۶ء میں روس کی طرف سے ایک امتناعی حکم ایران کی درآمد کے لئے جاری ہوا، ۱۹۲۸ء میں کسی قدر نامناسب شرائط پر روس نے ایران سے مفاہمت کرلی اور انزلی ایران کو واپس دیدیا گیا جو ۱۹۲۰ء میں اس سے چھینا گیا تھا، اس مفاہمت کی نسبت ایران میں عام خیال یہ تھا کہ روس نے اس کی وجہ سے نہ صرف ایران کی تجارت کو کچل دیا ہے بلکہ خود اس کے وجود کے لئے زبردست خطرہ بن گیا ہے۔ برطانیہ کی طرف سے اس وقت ایران کو کوئی خاص اندیشہ نہ تھا، گو کہ لارڈ کرزن کی پالیسی نے عام بدگمانی پیدا کر دی تھی جو مدت تک کم نہ ہو سکی۔

روس نے ۱۹۲۸ء میں جو نامناسب مراعات ایران کو دبا کر حاصل کی تھیں وہ برابر ہیجان پیدا کرتی رہیں۔ شاہ رضا حکومت کے اندرونی نظم و نسق سے ۱۹۲۷ء تک فارغ ہو چکا تھا اس نے مختلف شعبوں میں اصلاحات کیں، عدالت کا نیا نظام قائم کیا جو خصوصی طور سے فرنچ قانون پر مبنی تھا، اندرونی انتظام سے فارغ ہو کر اس نے خارجی حالات کو سدھارنے کی طرف توجہ مرکوز کردی، اسی دوران میں ۱۹۲۸ء میں روس نے اسے دبا کر مراعات حاصل کیں جس نے اس کی قوت ارادی کے لئے مہمیز کا کام کیا اور اس نے خارجی حکومتوں کی بندشیں ڈھیلی کرنے کے لئے کبھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

عراق کی سلطنت کی جب تاسیس عمل میں آئی تھی اس وقت ایران کے نو آبادکاروں کے مسئلہ نے نازک صورت اختیار کرلی تھی اس بنا پر عرصہ تک ایران اور عراق کی حکومتوں میں کشمکش جاری رہی تھی ابھی یہ ختم نہیں ہوئی تھی کہ ۱۹۳۵ء میں شط العرب کا نزاع پیدا ہوگیا۔ ایران نے اس مسئلہ کو مجلسِ اقوام کے سامنے پیش کیا مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا، آخر میں مشرقِ وسطی کی چند حکومتوں، ٹرکی وغیرہ نے درمیان میں پڑ کر ۸ جولائی ۱۹۳۷ء میں اس شرط پر مفاہمت کرادی کہ ایران کو جزیرۂ آبادان سے ذرا ہٹ کر لنگر اندازی

کی اجازت ہوگی، یہ واقعہ میثاق سعد آباد کے لئے تمہید عمل تھا، اس جگہ یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ میثاق سعد آباد کی حیثیت "رسمی" تھی، "فوجی" نہیں تھی۔

ایران کی مالیات اور ذرائع آمدنی کی بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے، اتنا بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ اس کی آمدنی کا سب سے بڑا سہارا" اینگلو پرشین آئل کمپنی" ہے۔ میکانیکی ترقی میں بھی اس کا نمایاں حصہ ہے۔ اس میں تیس ہزار ایرانی مزدور اپنے کنبوں سمیت کام کرتے ہیں۔ ان کے رہنے سہنے کا انتظام ان کی تعلیم کے اخراجات اور ان کے لئے طبی امداد کمپنی کے سر ہے، متعدد حیثیت سے ایران پر اس کا خوش گوار اثر پڑا ہے۔

شاہ رضا کو اپنی فوج پر پورا اعتماد تھا۔ اس نے "غیر کو آزمانے" کی کبھی ضرورت نہیں سمجھی، چنانچہ یورپین وزراء اور افسروں پر اس نے نہ کبھی بھروسہ کیا اور نہ ان سے اشتراک عمل گوارا کیا، سرکاری موقعوں کے علاوہ یورپین لوگوں کے ساتھ خلا ملا اور اجتماعی مجلسوں کی ممانعت کر رکھی تھی، یہ بیان کرنے کی احتیاج نہیں کہ جرمن بینکروں، قونصلوں، انجنیروں، تاجروں اور پروفیسروں نے ایک "جرمن یونین" قائم کی تھی جس کے ممبروں کی تعداد تین سال قبل دو ہزار کے قریب تھی، ان کی طرف سے ایک "براؤن ہاؤس" بھی تعمیر کیا گیا تھا جو ان کا مرکز تھا، عراق کی شورش مئی ۱۹۴۱ء کے بعد مفتی اعظم فلسطین اور دوسرے عراقی جنرلوں کو بھی ایران میں پناہ ملی تھی، ان امور کی وجہ سے تعلقات پر غیر محسوس طریقہ سے اثر پڑتا رہا۔ شاہ رضا کا یہ احساس کہ موجودہ جنگ میں جرمنی کو کامیابی ہوگی اور تازیانہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ رضا کے پاس ہوائی طاقت کم تھی اس نے اس کی اہمیت کو محسوس ضرور کیا تھا مگر حالات نے عملی جامہ پہنانے کی اجازت نہ دی چنانچہ یہ پہلو اس کا کمزور ثابت ہوا۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ شاہ رضا نے ایران کی بے بہا خدمات انجام دی ہیں۔

ادبیات

علم

از جناب ماہر القادری صاحب

معنی و لفظ کے پیچوں میں اُلجھنے والو! — تم نے سمجھا ہی نہیں علم کا منشا و مقام
کششِ نقش و دوائر پہ تمہاری ہے نگاہ — تم نے کاغذ کے تراشوں کو بنایا ہے امام
علم کو تم نے لکیروں میں کیا ہے محدود — تم پرستار ہو اعداد کے نقطوں کے غلام
اصطلاحات کے جادو کا اثر ہے تم پر — ایک ہی شے کی بنائی ہیں بہت سی اقسام
تم نے الفاظ کو برتا ہے کھلونوں کی طرح — تم نے تخئیل سے تعمیر کئے ہیں اصنام
ان پہ تم علم و بصیرت کا سمجھتے ہو مدار — وہ مسائل جو بہت دن سے ہیں مشہورِ عوام

علم ہے منزلِ عرفان و ہدایت کا چراغ — علم ہے معرفتِ انفس و آفاق کا نام
علم سے تربیتِ فکر و نظر ہوتی ہے — علم فطرت کی صدا، علم خودی کا پیغام
علم سے رمزِ حقائق کی گرہ کھلتی ہے — علم کی زد میں لرزتے ہیں شکوک و اوہام
علم بے چین بھی کرتا ہے بعنوانِ عمل — علم تسکین بھی دیتا ہے بہ شکلِ الہام
علم ہر غیب کے پردے کو بناتا ہے شہود — علم مستقبل و ماضی میں ہے اک ربطِ تمام
علم ہے مرہمِ دل، علم ہے تسکینِ ضمیر — علم سب کچھ ہے اگر اس سے لیا جائے کام
علم سے رومی و عطار نے پایا تھا فروغ — علم نے فکرِ غزالی کو بنایا تھا امام
علم ہے فقر میں بھی رتبۂ شاہی سے بلند — اس کی تقدیر! جسے علم کا حاصل ہو مقام

"ربِ زدنی" کی صدا علم کی آوازِ جرس — علم کے رہبر و رہرو پہ ٹھہرنا ہے حرام
علم بے سوزِ یقین، کیا ہے؟ حجابِ اکبر — اس میں منطق ہو کہ سائنس ہو یا علمِ کلام
علم بے جذبِ خودی کچھ نہیں جز مکر و فریب — جس طرح جوہرِ شمشیر سے خالی ہو نیام

غزل

از جناب خمار صاحب بارہ بنکوی

ضبط کی آب و تاب سے عشق کو جگمگائے جا — ہاں یونہی جھوم جھوم کر چوٹ پہ چوٹ کھائے جا
حسن کو چھیڑ چھیڑ کر عشق کو آزمائے جا — آگ لگا لگا کے خود آگ لگی بجھائے جا
جرم پہ جرم کر یونہی اشک یونہی بہائے جا — رحمتِ کردگار کو ہاں یونہی گدگدائے جا
چوٹ پہ چوٹ کھائے جا زخم پہ زخم کھائے جا — اسکی نگاہِ نازنیں خود کو حسیں بنائے جا
راہِ وفا سے منہ نہ موڑ آس نہ توڑ، جی نہ چھوڑ — وہ یونہی ظلم ڈھائے جائے تو یونہی مسکرائے جا
موت بھی گنگنائے جائے تیری نوا کے ساتھ ساتھ — سازِ نفس پہ اس طرح نغمۂ زیست گائے جا
نازنیں اور نیاز میں چلتی رہے اسی طرح — تجھکو رلائے جائے وہ اور تو مسکرائے جا
بادۂ آتشیں نہ چھوڑ، خندۂ دلنشیں نہ چھوڑ — غمکدۂ حیات میں غم کی ہنسی اڑائے جا
دیکھ ٹھہر نہ بے خبر منزلِ عشق دور ہے — خود کو بھی پیچھے چھوڑ تا آگے قدم بڑھائے جا
درد اٹھے تو مسکرا چوٹ لگے تو دے دعا — ہاں اسی آن بان سے اس کی جفا پہ چھائے جا

تیرے لئے خمار نے جان بھی دیدی بے وفا
تو بھی خمار کیلئے اشک ہی دو بہائے جا